یادِ رفتگاں

حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم کوٹلویؒ (علوی)

زندگی میں بعض یادیں صفحۂ قرطاس پر لاتے ہوئے بڑی مشکل پیش آتی ہے، ایسی ہی کیفیت اس وقت میرے دل و دماغ پر بھی طاری ہے ذہن اور جسم تھکے ہوئے اور اعصاب شل ہیں۔ اُستاذِ محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب کی محبت وشفقت اور خلوص ہمارے لیے انتہائی قیمتی اثاثہ تھا۔ آپ کو مرحوم لکھتے ہوئے ہاتھ کانپتے ہیں۔ آنکھیں پرنم، خیالات منتشر اور بے چینی و پریشانی کے لمحات میں چند صفحات لکھنے کی جستجو کررہا ہوں۔ آپ کا تذکرہ آپ کے صاحبِ علم وفضل نامور تلامذہ اور ملک کی مایہ ناز ادبی، علمی شخصیات کی زبانی جاری رہے گا، کیونکہ سلف صالحین نے ایک عالم حقیقی کے جو اَوصاف بیان کیے ہیں وہ مولانا میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ مثال کے طور پر عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ علما کی کوئی نشانی ہے؟

تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ''عالم وہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرے اور اپنے علم اور عمل کو تھوڑا سمجھے دوسروں کے علم میں رغبت کرے اور حق جس کی طرف سے بھی اس کے پاس آتا ہو، اسے قبول کرے اور جہاں سے بھی اسے علم ملے اسے حاصل کرے۔''

اسی طرح حضرت فضل بن عیاضؒ نے فقیہ کے بارے میں فرمایا:

”إنما الفقيه الذي أنطقته الخشية وأسكتة الخشية، إن قال بكتاب الله والسنة وإن سكت سكت بالكتاب والسنة، وإن اشتبه عليه وقف عنده وردّ إلى عالمه“ (طبقات الحنابلہ: ۲۳۱/۱)

''یقیناً فقیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا خوف گویائی پر آمادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہی خاموش کردے۔ اگر وہ بات کرے تو قرآن وسنت کی بات کرے اور اگر خاموش رہے تو قرآن وسنت پر خاموش ہو۔ اگر اس کو کسی مسئلہ میں اشتباہ ہو تو بحث وتمحیص سے رُک جائے اور اسے دوسرے عالم کی طرف لوٹا دے۔''

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا اوصاف سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ کو بھی نوازا تھا۔آپ بیک وقت مدرّس، محقق ،مؤرخ، دانشور، مبصرونقاد، جامع المعقول والمنقول اور قادرالکلام متکلم بھی تھے۔ اب آیئے ان کے ابتدائی حالات کی طرف۔ان معلومات کا مصدر وماخذ وہ مواد ہے جو دورانِ تعلیم مختلف مواقع پر راقم خودان سے پوچھ کرگاہے بگاہے اپنے پاس محفوظ کرتا رہا ہے۔

مختصر خاندانی حالات اور ابتدائی تعلیم

یکم جنوری ۱۹۴۰ء کو ہمارے اُستاذ نے منڈی عثمان والا ضلع قصور میں جماعت اہلحدیث کے بے باک خطیب و مناظراور سیمابی شخصیت کے مالک، اَحرار کے سرگرم رکن مولانا عبدالرحیم کوٹلوی بن حاجی قمر دین کے گھرانے میں جنم لیا۔مولانا عبدالرحیم نے جامعہ محمدیہ لکھوکے ضلع فیروز پور بھارت میں زیر تعلیم رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی ۔ جب پہلی مرتبہ ۱۹۲۹ء میں مولانا محمد علی لکھوی مدینہ منورہ ہجرت کرکے جانے لگے تو مولانا عبدالرحیم بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔اُنہوں نے وہیں مسجدِ نبویؐ میں روضة من رياض الجنة میں صحیحین (صحیح بخاری ، صحیح مسلم) پڑھیں۔فراغت کے بعد مراجعت ہوئی اور منڈی عثمان والا (روڈے) میں اقامت گزیں ہوگئے اور وہاں کی مرکزی مسجد میں امامت وخطابت اور تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں کھڈیاں خاص اور پتوکی میں بھی دعوت وتبلیغ کا عرصہ دراز تک فریضہ سرانجام دیا، وہیں ان کی وفات ہوئی۔

مولانا عبدالحلیم نے ابتدائی دینی تعلیم اور ناظرہ قرآن وغیرہ تو گھر میں والدِ گرامی سے پڑھا۔ مڈل تک عثمان والا میں زیر تعلیم رہے۔پھر ۱۹۵۳ء میں کھڈیاں خاص سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔مرحوم نہایت ذہین وفطین تھے اور ذہانت کی وجہ سے سکول کے تمام اساتذہ ان سے بڑی محبت کرتے۔ آپ کے اساتذہ نے آپ کے والدِ گرامی کو مشورہ دیا کہ آپ کو آگے پڑھنے دیا جائے،مگر آپ کے والدِ گرامی آپ کو صرف شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم کے لیے وقف کرنا چاہتے تھے۔اُنہوں نے آپ کی ہر طرح نگرانی کی،اخلاق و عادات اور تعلیم کے بارے میں ذراسی سستی اور غفلت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

تحصیل علم وتکمیل

محض تیرہ برس کی عمر میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے والدِ گرامی نے

www.KitaboSunnat.com

اُنہیں کالج میں داخل کروانے کی بجائے مدرسہ محمدیہ حفظ القرآن والحدیث (میر محمد، قصور) میں حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی حفظہ اللہ کی سرپرستی میں داخل کروا دیا۔ ایک سال یہیں ترجمۃ القرآن و دیگر ابتدائی صرف ونحو وغیرہ کی کتب پڑھیں، پھر جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں ۱۹۵۵ء میں داخلہ لے لیا۔ دوسری کلاس کا امتحان ادھر ہی پاس کیا اور ۱۹۵۶ء میں مدرسہ تقویۃ الاسلام غزنویہ، لاہور میں داخلہ لیا اور اپنی باقی دینی تعلیم وہاں مکمل کی۔ دورانِ تعلیم ۱۹۵۸ء میں فاضل عربی کا امتحان لاہور بورڈ میں تیسری پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ یاد رہے کہ اس سال فاضل عربی کے امتحان میں تقریباً ۲۱۶ لڑکوں میں سے صرف ۱۶ لڑکے پاس ہوئے تھے۔ ۱۹۵۹ء میں مدرسہ تقویۃ الاسلام کے مہتمم، برصغیر پاک و ہند کے نامور سیاست و مذہبی رہنما سید محمد داؤد غزنویؒ کے دستِ مبارک سے سندِ فراغت حاصل کی۔ بخاری شریف کی دوبارہ تعلیم کی غرض سے ۱۹۶۰ء میں پھر جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں داخلہ لیا اور شرعی تعلیم سے رسمی طور پر فارغ ہوئے۔

اَساتذہ کرام

آپکے اساتذہ میں حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی، مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی، مولانا شریف اللہ خان سواتی، مولانا محمد خان، حافظ محمد اسحٰق حسینوی، حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی اور عظیم محدث حافظ محمد (اعظم) گوندلویؒ جیسی نامور شخصیات شامل ہیں۔

رفقاے درس

مدرسہ تقویۃ الاسلام (غزنویہ) لاہور اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں درسِ بخاری میں آپ کے رفقا میں مولانا محمد رفیق جھجھ کلاں والے حال گوجرانوالہ، مولانا ماسٹر محمد شریف (جھجھ کلاں) اوکاڑہ، مولانا محمد بن عبداللہ شجاع آبادی، مولانا حافظ محمد اسمٰعیل اسد حافظ آبادی، مولانا محمد اسحٰق قادر آبادی، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی، حافظ محمدؒ بن مولانا محی الدین لکھویؒ، قاری محمد رفیق اوکاڑوی وغیرہ شامل ہیں۔

امامت وخطابت اور تدریسی سرگرمیاں

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شام کوٹ ضلع قصور کی مرکزی مسجد

www.KitaboSunnat.com

غربی اہلحدیث میں بطورِ خطیب و مدرس اپنی ذمہ داری کا آغاز کیا۔ پھر ۱۹۶۵ء میں شام کوٹ نو میں الگ مسجدِ فردوس اہلحدیث کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس میں ۱۹۶۵ء تک قرآن وسنت کی تعلیم اور عوام الناس کو وعظ و تذکیر کرتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں فاضل عربی کی تیاری کروانے کے لیے آپ کو مہتمم مدرسہ مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ نے اپنے ادارے میں خصوصی مدرّس مقرر کیا۔ جامعہ کے طلبہ پر آپ اس قدر محنت کرتے کہ فاضل عربی کے سالانہ امتحان میں طلبہ عموماً سو فیصد نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہے۔ یہ محنت تا حال جاری تھی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی حفظہ اللہ کی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے علیحدگی کے بعد آپ کو ۱۹۸۰ء میں بخاری شریف کی تدریس کی ذمہ داری بھی دے دی گئی جو تادمِ واپسیں آپ نے نباہی۔ اسی طرح خواتین کے مدرسہ تعلیم الصالحات، محلّہ دارالسلام اوکاڑہ میں ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ بالآخر اپنی بیماری کی وجہ سے ۵/جولائی ۱۹۹۹ء کو پڑھانے کا سلسلہ ترک کردیا۔ تقریباً گزشتہ تین سالوں سے فجر کی نماز کے بعد گھر میں کچھ نوجوان طلبہ جن میں عبدالغفور عاصم اور محمد عثمان غنی قابل ذکر ہیں، بخاری شریف پڑھنے کی غرض سے ہر روز آتے، جن کا بخاری شریف کا سبق کتاب الدعا اور مدرسہ میں طلبا کا سبق کتاب الصلوٰۃ پر تھا کہ آخری وقت آگیا۔ خطابت کے میدان میں آپ نے ۱۹۷۷ء تا ۱۹۹۷ء تقریباً بیس برس دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان میں خطبہ جمعۃ المبارک پڑھایا اور مرکزی جامع مسجد فریدیہ اہلحدیث قصور میں ۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۹ء تک خطابت کی ذمہ داری اَدا فرمائی۔

رشتہ ازدواج اور اولاد

مولانا عبدالرحیم کوٹلوی اپنے نورِ چشم مولانا عبدالحلیم کے لیے رشتے کی تلاش کی غرض سے شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالویؒ سے ملنے اوکاڑہ میں آئے اور پوچھا کہ آپ نے صاحبزادی کی کسی جگہ نسبت وغیرہ تو نہیں کی۔ مولانا فرمانے لگے: نہیں آپ نے کہا کہ آپ مجھے کسی گھر کا پتہ دیں گے، بہتر ہے کہ آپ ہی مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ میرے بیٹے عبدالحلیم کے لیے عنایت کردیں جسے مولانا صاحب نے منظور کیا، لہٰذا مولانا عبد الحلیم ۱۹۶۱ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ آپ کی اولاد میں حافظ عبدالوحید (امریکہ)، ڈاکٹر عبدالکبیر محسن (راولپنڈی)، عبدالباسط، محمد عمران، عبدالحی عابد اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

دورانِ امامت وخطابت قصہ تعویذ

تعویذ فروشی سے آپ پرہیز کرتے تھے۔دورانِ تعلیم ایک واقعہ ہمیں اُستادمحترم نے بتایا کہ جب میں شام کوٹ میں رہائش پذیر تھا کہ ایک دن ایک نمازی آکر کہنے لگا کہ ہماری بھینس دودھ نہیں دے رہی، کوئی تعویذ وغیرہ بنادیں۔آپ نے انکار کیا،لیکن اس نے اصرار جاری رکھا۔فرمانے لگے کہ میں نے ایک کاغذ کے اوپر لکھ کر یہ جملہ دیا کہ بھینس دودھ دے دو۔شام کو آدمی بالٹی میں دودھ لے کر آگیا اور کہنے لگا: آپ تعویذ بنا کر نہیں دے رہے تھے۔ اب جو تعویذ آپ نے لکھ کر دیا، اس خوشی میں دودھ لے آیا ہوں۔

اُستادِ محترم فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں دو کام ایسے ہیں جن کو اپنانے سے کاروبار خوب فروغ پاتا ہے، اس کے لیے محنت اور جدوجہد کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک زمین پر (مٹی کی ڈھیری) پر جھنڈا لگا کر بیٹھنے سے اور دوسرا تعویذ فروشی سے۔

علم میں غرور سے اجتناب

مولانا مرحوم ایک بلند پایہ عالم، محقق اور ادیب تھے۔مگر اس کے باوجود ان کے مزاج میں غایت درجہ سادگی تھی۔آپ نے اپنے نام کے ساتھ زندگی بھر مولانا یا شیخ الحدیث کا اضافہ نہیں کیا، نہ کبھی گفتگو میں علمی رعب ڈالتے بلکہ دلائل و براہین کے حوالے سے سمجھاتے۔

تحمل، حلم اور بردباری

تواضع وانکساری، متانت وسنجیدگی اور تحمل و بردباری یہ تمام اوصافِ حسنہ حضرت صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔تحمل، بردباری اور حلم اتنا تھا کہ بڑے سے بڑا مخالف آدمی آجاتا اور آپ سے بات کرتا تو آپ تحمل اور حوصلے سے اس کی بات سنتے اور جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجاتا تو پھر آپ اس کو مطمئن کرتے۔ شدید ترین اختلاف میں بھی آپ نرم سے نرم الفاظ اختیار کرتے اور راہِ اعتدال پر قائم رہنے کی پوری کوشش فرماتے۔ ذاتیات کی سطح تک کبھی نہیں اُترتے تھے۔آپ نے ہمیشہ اِدفع بالتي هي أحسن کا اُسوہ اختیار کیا۔

بحیثیتِ معلم ومدرس

آپ کا اندازِ تدریس آپ ہی کا خاصہ ہے۔ جو بات بھی کرتے دلیل کے ساتھ کرتے۔

www.KitaboSunnat.com

آپ کے درس میں اخلاص حد درجہ تھا، یہی وجہ تھی کہ جو بات بھی آپ کے منہ سے نکلتی، فوری طور پر طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتی ۔ اگر کوئی عام آدمی چند منٹوں کے لیے آپ کے درس میں شریک ہوتا تو بہت کچھ اپنے ساتھ لے جاتا۔ احادیثِ نبویہؐ کے سلسلے میں آپ کا طریقۂ تدریس یہ ہوتا کہ پہلے سارے باب کی عبارت پڑھتے یا کسی سے پڑھواتے، پھر باب سے متعلقہ مسائل ایسے انداز میں بیان کرتے کہ تشنگی دور ہو جاتی۔ آخر میں مشکل الفاظ کی وضاحت فرماتے۔ اختلافی مسائل میں آپ کا طریقہ یہ ہوتا کہ پہلے ائمہ کی رائے اور ان کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کرتے، پھر ترجیح کے دلائل بیان فرماتے تھے۔ درس کے دوران شاگردوں پر پوری توجہ ہوتی، طلبہ جتنے مرضی سوالات کرتے، آپ نے کبھی ان کو منع یا ڈانٹا نہیں تھا۔

طلبہ اور جامعہ کے اساتذہ سے برتاؤ

وہ اپنے طلبہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ طلبہ اُن پر اس حد تک اعتماد کرتے تھے کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف چلنے پر آمادہ ہو جاتے مگر استادِ محترم کی نصیحتوں پر عمل کرنے کو اپنے لیے فرضِ عین سمجھتے تھے، لیکن ان کی گفتگو اس قدر سحر انگیز ہوتی کہ بغاوت پر آمادہ طلبہ کو بھی چند منٹوں میں ٹھنڈا کر دیتی۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو کبھی بڑا نہیں سمجھا بلکہ اساتذہ کرام کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھتے، اسی طرح جامعہ کے دیگر ملازمین سے بھی ان کا رویہ مثالی تھا۔

عمل کے میدان میں

تقویٰ اور پرہیز گاری کے اثرات آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کے چہرے پر ایک قسم کی نورانیت تھی، گویا آپ اس حدیث کا مصداق تھے کہ «إذا رأوا ذكروا الله» (مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳) آپ نماز بڑی عاجزی سے پڑھتے، آپ کو دیکھنے سے لذت نصیب ہوتی، آپ کے پاس بیٹھنے سے دل کو سکون ملتا۔ ایک بار میں نے دورانِ تعلیم اُن سے پوچھا: اُستادِ محترم! مدرسہ کے حوالے سے کوئی نصیحت فرمایئے۔ کہنے لگے کہ چھوٹے بچوں کو کبھی اپنے پاس نہ بٹھانا اور نہ خود ان میں جا کر بیٹھنا، نہ ہی کسی لڑکے کو اُدھار دینا۔

اسلاف کی رائے کا احترام

ایک بات جو میں نے ذاتی طور پر ان کے علمی رویے کے بارے خصوصی محسوس کی وہ یہ

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ ان کا اسلاف سے تعلق بڑا گہرا تھا، لہٰذا ان کی رائے کا بڑا اِحترام رکھتے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مولانا نے اپنے استدلال کی تائید کے لیے سلف صالحین یا کسی بزرگ کا حوالہ نہ دیا ہو۔ وہ صفحہ اور سطر بھی بتاتے کہ فلاں کتاب میں فلاں مسئلہ درج ہے۔ ان کا حافظہ علماے اسلاف کی یاد دلاتا تھا۔ ایسے لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں۔ گویا راسخون فی العلم کی عملی تصویر تھے بالخصوص اسلاف کے نیک اعمال کو اپنانے کی نصیحت فرماتے۔

حصولِ علم کا ذوق

مولانا مرحوم کی تصانیف کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے، ان کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ کتنے بڑے محقق تھے؟ وہ جس طرح دینی مسائل میں تحقیق کرتے تھے، اسی طرح سیاسی معاملات اور دوسرے مسائل میں بھی آپ کے تبصرے حقیقت پر مبنی ہوتے۔ ان کا تبصرہ سننے والوں کی آنکھیں کھول دیتا تھا۔ تفسیر، تاویل آیات، روایت و درایت اور فقہی مسائل کے ساتھ معاشرتی حالات پر ان کے جوابات مدلل ہوتے، روزنامہ نوائے وقت ان کا پسندیدہ اخبار تھا۔ ہمیشہ ہفتہ روزہ 'تکبیر' کراچی سمیت جماعتی رسائل و جرائد کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے تھے۔

فروعی مسائل میں اعتدال

مولانا صاحب ہمیشہ فروعی اختلافات میں اعتدال کا راستہ نکال لیتے تھے کبھی کسی پر طعن و تشنیع نہیں کی اور نہ کسی کے بارے میں غلط زبان استعمال کی۔ عالمانہ انداز میں کسی پر تنقید کرتے تھے مگر اشتعال سے ہمیشہ دور رہتے۔ ان کے نصائح بھی ایسی خصوصیات کا مرقع ہوا کرتے۔ فروعی مسائل میں ان کا کہنا تھا کہ دین کے کسی حکم اور دین کے کسی امام کو اپنے اصل مقام سے نہ بڑھاؤ اور نہ گھٹاؤ، مگر افسوس ہے کہ آج تفریق و تخریب اور فرقہ وارانہ تعصب کی وجہ سے کچھ لوگوں نے قولاً نہیں تو عملاً آئمہ دین اور فقہاء و مجتہدین کو أرباب من دون اللہ کا درجہ دے رکھا ہے بلکہ بعض لوگوں نے اپنے آپ کو مجتہدِ مستقل سمجھ کر اسلاف سے بے نیازی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ: ڈاڑھی بے قصور

دورانِ تعلیم اُنہوں نے ایک بار چک نمبر۳۶،ضلع فیصل آباد، ستیانہ کے ایک نوجوان کا واقعہ سنایا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک نوجوان نے علما کی وعظ ونصیحت کے نتیجے میں یا خود مطالعہ کرکے اپنے چہرے کو سنتِ رسول سے مزین کیا۔ جب بھی اس سے کوئی دنیاوی معاملے میں چھوٹی موٹی کوتاہی سرزد ہوتی تو اسے اہلِ خانہ اور رشتہ دار ڈاڑھی کا طعنہ دیتے کہ ڈاڑھی رکھ کر تو اس طرح کرتا ہے جسے سن کر اسے بہت تکلیف ہوتی۔جس طرح آج معاشرے میں ڈاڑھی کا مذاق اور ڈاڑھی والے شخص کو معمولی سمجھ کر ہر اعتراض اس کی ذاتی غلطی کی بجائے ڈاڑھی کا طعنہ دے کر بیان کیا جاتا ہے۔اس نوجوان نے بھی دل برداشتہ ہوکر اپنی ڈاڑھی منڈوادی یعنی سنتِ نبویؐ کو شہید کرواکر گھر میں آکر کہنے لگا کہ اب تو مجھے تم ڈاڑھی کا طعنہ نہ دیا کروگے؟

مہمان نوازی

مہمانوں کی خدمت اور عزت افزائی آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ذاتی مہمان ہو یا جامعہ کا، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور فرمایا کرتے کہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دور دراز سے محبتیں اور عقیدت لے کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ان کا اکرام بہت ضروری ہے کیونکہ مہمان نوازی سنتِ انبیا ہے۔خصوصاً حضرت ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اِکرام کرے۔ اکرام سے مراد مرغن غذائیں، ذائقے دار کھانے اور باتکلف انواع واقسام کے پھل نہیں بلکہ جو کچھ آسانی سے یا جو گھر میں موجود ہو مثلاً چنے کی دال وغیرہ، وہی مہمان کے سامنے دسترخوان کی رونق بنادی جائے۔حقیقت یہ ہے کہ آج اس بات کا بھی علما میں فقدان ہے۔

پانچ وتر کی ادائیگی

ہر ماہ رمضان المبارک کو جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے لیے چندے کی غرض سے آپ ہمارے ہاں مرکزی جامع مسجد محمدی اہلحدیث کوٹ رادھا کشن میں تشریف لاتے۔آج سے کوئی دس

سال قبل کا واقعہ ہے کہ آپ کو امام مسجد نے نمازِ وتر کی امامت کے لیے کہا۔ عام طور پر ہمارے نمازی حضرات ایک وتر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ماہ رمضان المبارک میں باجماعت وتر تین ہی ادا ہوتے ہیں ۔آپ نے تین کی بجائے پانچ وتر پڑھائے جس سے نمازیوں اور خواتین میں کافی بے چینی محسوس کی گئی کچھ حضرات تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے پانچ کیوں پڑھائے؟ بعض کہہ رہے تھے کہ آپ بھول گئے اور بعض نے تین ہی ادا کرلیے۔مسجد میں ایک عجیب ماحول تھا۔میں نے اور بعض نمازیوں نے جب دریافت کیا کہ آپ نے پانچ وتر پڑھانے تھے تو پہلے بتادیتے۔فرمانے لگے کہ ہوسکتا ہے کوئی کثرت رکعات کی وجہ سے جماعت سے پڑھتا یا نہ پڑھتا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آج انہیں پانچ وتر پڑھادوں تاکہ یاد رکھیں کہ پانچ وتر پڑھنے بھی سنتِ رسولﷺ ہیں۔

تراجم اور تصانیف

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصنیف، تدریس اور تقریر کی خوبیاں اور اَوصاف کا بیک وقت کسی ایک شخص میں جمع ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کوئی مصنف ہے تو مدرّس نہیں ، بہترین مدرّس ہے تو مقرر نہیں اور اگر میدانِ خطابت کا شہسوار ہے تو تصنیف کے میدان میں نہیں چل سکتا۔مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تینوں اَوصافِ بالا سے نوازا تھا۔آپ کی چند اہم تصانیف حسب ِذیل ہیں:

① **میلادِ مروّجہ کی شرعی حیثیت:** طالب ِعلمی کے آخری دور میں آپ نے ایک رسالہ لکھا جسے مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان نے کئی سال تک شائع کرکے ملک بھر میں مفت تقسیم کیا۔

② **فضائل علم وعلما:** حافظ ابن ِقیمؒ کی کتاب 'مفتاح دارالسعادہ' کا اُردو ترجمہ کیا۔(مطبوعہ)

③ **ترجمہ الکامل للمبرد:** فاضل عربی کے نصاب سے باب الخوارج تبدیل کرکے غالباً ۱۹۷۴ء میں الکامل للمبرد کے ابواب ضرب الامثال کے کچھ حصہ جات داخل نصاب کیے گئے۔اس وقت اصل کتاب کا حصول بھی مشکل تھا، اس دور میں آپ نے اصل کتاب کا ترجمہ مع اصل عبارت تحریر کیا جو تاحال نصاب میں شامل ہے۔

④ **اسلامی آداب:** جس میں روزمرہ کے معمولاتِ زندگی کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ (مطبوعہ)

⑤ **مشکوٰۃ المصابیح از** خطیب بغدادی عمری (متوفی ۷۴۳ھ) کا ترجمہ مولانا عبدالحلیم علوی فاضل عربی کے نام سے کیا جو تا حال مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔

⑥ شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ کی سرپرستی میں علماے اہلحدیث کے حالاتِ زندگی پر کافی محنت کی اور ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی تھی، لیکن شائع نہ ہو سکی۔

⑦ إعجاز القرآن از علامہ نعیم حمصی ۱۹۶۲ء میں مصر سے طبع ہوئی جس میں ہر صدی میں اعجاز القرآن پر لکھنے والوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا تھا۔ یہ اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب تھی، شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کے توجہ دلوانے پر اس کا ترجمہ کیا جو تقریباً چھ ماہ تک مسلسل ماہنامہ 'پیامِ حق' کراچی میں قسط وار شائع ہوا۔ اگرچہ مستقل طور پر یہ کتاب شائع نہیں ہو سکی۔

⑧ **توفیق الباری شرح صحیح بخاری:** کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۴۰۰ھ میں بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا تھا۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ ان سطور کی ترقیم تک پچیسواں دور اختتام پذیر ہوا ہے۔ جبکہ طالبات کے ایک مدرسہ میں بھی متواتر دس بارہ مرتبہ صحیح بخاری پڑھائی ہے۔ غرض مجموعی طور پر پینتیس، چھتیس بار بخاری شریف ختم کرنے کی اللہ پاک نے سعادت نصیب فرمائی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بندہ ناچیز سے پہلے علم کے اساطین بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ بندہ علم وعمل کے اعتبار سے کسی طور خود کو اس کا اہل نہیں پاتا اور پھر دورانِ تعلیم اور بعد از تعلیم بخاری شریف پڑھانے والوں کے تذکرے مجھ جیسے علم وعمل سے تہی دامن انسان کو اپنی کوتاہ قامتی کا مزید احساس دلاتے۔

ایک ایسے جامعہ میں جس کا شاندار ماضی اور تابناک حال ہو، میں خود کو بہت کوتاہ خیال کرتا تھا اور ناکامی کا اندیشہ عزم کو متزلزل کئے دیتے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر کار اس مشکل فرض کو نبھانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ ایک سرسری اندازہ کے مطابق مجھ سے سات، آٹھ صد طلبہ اور تین صد کے قریب طالبات نے بخاری شریف پڑھی ہے۔ ان میں ہر طرح کے طلبا شامل رہے ہیں۔ ذہین سے ذہین تر بھی اور ایسے بھی جو بلوغ المرام سے لے کر بخاری شریف

www.KitaboSunnat.com

تک احادیثِ مبارکہ کی صرف سماعت ہی کرتے رہے ہیں۔ جو کبھی بھول کر بھی نہ قراءتِ حدیث کرتے اور نہ ہی اُستاد صاحب کے کسی سوال کا جواب دینے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔

ہمارے ایک استاد صاحب ایسے نالائق طالب علموں کو 'ہیولیٰ' کہا کرتے تھے۔ ہیولیٰ ایسی گوندھی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں جس سے کمہار برتن تیار کرتا ہے، کبھی اس سے پیالہ بنا رہا ہے تو کبھی لوٹا تیار کررہا ہے اور وہ ہیولیٰ اس کے ہاتھوں لاچار و بے بس ہر شکل اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ بحمداللہ میں نے اپنے طلبا کے اعتراضات کا کبھی برا نہیں منایا بلکہ ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہمارے ایک استاد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آج جبکہ میں تمہیں پڑھا رہا ہوں تو تمہارا شاگرد ہوں اور کل جب تمہارا سبق سنوں گا، تمہارا اُستاد ہوں گا۔ اس وقت ان باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی ۔ تدریس کے دوران اس جملے کی معنویت کا پتہ چلا کہ استاد کا کام سبق کے معاملہ میں اپنے شاگرد کو مطمئن کرنا ہے۔ خواہ پندرہ یا بیس بار اپنا سبق پوچھے اور اُستاد ہر طرح کے شکوک وشبہات کو دور کرتا ہے تاکہ اگر اگلے دن جب اُستاد سبق سنے تو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آئی تھی یا آپ نے یہ باتیں تو بتلائی ہی نہ تھیں۔

طالبِ علم کو طلبِ علم میں کوئی شرمندگی یا حیا نہیں کرنا چاہیے کہ میں نے اگر یہ بات پوچھی تو میرے ساتھی اور ہم درس میرا مذاق اُڑائیں گے کہ ایسی آسان بات کا بھی اس کو پتہ نہیں ہے۔ اسی لیے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم کے بارہ میں حیا اور شرم کرنے والا طالبِ علم یا تکبر کی وجہ سے علم کی بات استاد سے نہ پوچھنے والا علم حاصل نہیں کرسکتا:

أخي لا تنــال العلم إلا بِستَّـة   سأنبئك عن تفصيلها ببيان

ذكاء وحرص واجتهاد و صحة   وصحبة أستاذ وطول زمان

''میرے بھائی! چھ چیزوں کے بغیر تو علم حاصل نہیں کرسکتا۔ جس کی تفصیل میں تمہیں بیان کرتا ہوں۔ وہ ذہانت، علم سے شغف، محنت اور درستگی علم، طویل مدت اور استاد کی رفاقت ہیں۔''

اسی لیے کہا جاتا ہے السائل كالأعمى ذہن میں جو صحیح یا غلط بات کھٹکے، استاد صاحب سے اس کی وضاحت کروالینی چاہیے۔ میں اپنے طلبہ کی اس سلسلہ میں ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہوں کہ جہاں کوئی شبہ پڑتا ہے تو وہ پوچھ لو یا اس کا جواب پوچھ لو۔ پھر دونوں ہی بتلانے پڑتے ہیں۔ کیونکہ مطالعہ نہ کرنا ایک وبا کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ جب ہم پڑھا کرتے تھے تو

www.KitaboSunnat.com

عموماً اس وقت مدارس میں صحیح علم کی جستجو اور حاصل کرنے کا جذبہ پایا جاتا تھا، لیکن اب طلبہ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد سندِ فراغت حاصل کرلی جائے۔ المیہ یہ ہے کہ کبھی ہمارے درسِ نظامی میں ساٹھ علوم وفنون پڑھائے جاتے تھے جن کی تفصیل میں امام غزالیؒ نے رسالہ لکھا اور اپنے زمانہ کے علوم متعارف کروائے جبکہ تعلیم کا دورانیہ پندرہ بیس سال ہوا کرتا تھا اور اب تو ہمارے تعلیمی مدارس بڑے فخر سے بڑی اشتہار بازی کے ساتھ طلبہ کی توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ دو سال میں درسِ نظامی پڑھانے کی گارنٹی دے رہے ہیں۔

ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ رمضان ۱۴۲۶ھ میں اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈالا کہ چند مشہور اور مستند شروح کے تمام مباحث کو اُردو کے قالب میں ڈھالا جائے۔ خدا کی حکمت تھی کہ یہ خیال اس وقت نہ آیا جب جذبے جوان اور ہمتیں بیدار تھیں۔ اب پینسٹھ برس کی عمر اور پچھلے چودہ برس سے دل کی بیماری میں مبتلا ہوں تو اب وہ محنت نہ ہوسکتی ہے۔ کئی دن کے سوچ بچار کے بعد نگاہِ انتخاب اپنے بیٹے ڈاکٹر حافظ عبدالکریم محسن فاضل وفاق المدارس پر پڑی۔

ڈاکٹر صاحب اِنہی دنوں ملنے کے لیے اوکاڑہ آئے تو اپنا منصوبہ ان کے سامنے پیش کیا پہلے تو بہت پس و پیش کرتے رہے کہ میرا میدان ہی مختلف ہے۔ یہ کام تو کسی شیخ الحدیث کا ہے، لیکن میں متواتر ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ اس عظیم کام کے لیے تیار ہوئے۔

میرا اپنے بیٹے عبدالکبیر کے بارے میں بچپن سے یہ مشاہدہ ہے کہ کبھی خیر کی دعوت کو مسترد نہیں کیا۔ میری ہدایات اور مشورے ان کے شاملِ حال رہے ہیں اور نظرِ ثانی کا کام نہایت جانفشانی سے انجام دیا ہے۔ الحمدللہ میں مطمئن ہوں کہ جس طرح میری خواہش تھی اسی طرح کام ہوا ہے۔ ان کی صلاحیتوں سے مجھے یہی اُمید تھی۔ الحمدللہ

عمر کے اس آخری حصہ میں سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ خود یہ کام کرتا، لیکن اب یہ اطمینان ہے کہ خود نہیں تو اپنے جسم کے ایک حصہ ہی نے کیا ہے۔ بہرحال میں نے ابتدا کردی ہے، اب کہاں تک کام پہنچتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ملکی تحریکوں میں کردار

وطنِ عزیز میں اب تک تحریکِ ختم نبوت ، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور تحریکِ تحفظ ناموسِ

www.KitaboSunnat.com

رسالت ﷺ سمیت جتنی بھی دینی تحریکیں شروع ہوئی ہیں، آپ نے دورانِ طالب علمی سے لے کر تادم آخریں عملاً درس وتدریس اور خطبہ جمعہ میں اپنے طلبہ اور سامعین کی اس سلسلہ میں بھر پور رہنمائی کی۔

زندہ دلی اور ہنس مکھ

ان کے ساتھ واجبی تعلق والے لوگوں کے لیے وہ ایک سنجیدہ اور کم ہنسنے والے فرد تھے، جبکہ حقیقت میں وہ نہایت زندہ دل اور ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے قریبی دوست جناب حافظ احمد شاکر مدیر 'الاعتصام' لاہور، مولانا عبدالرحمٰن گوہڑوی، مولانا محمد اسحٰق قادر آبادی، قاری عبدالرؤف فیصل آبادی، بھائی محمد حنیف، حکیم عبدالواحد یزدانی وغیرہ جانتے ہیں کہ وہ نہایت زندہ دل اور ہنسنے ہنسانے والے شخص تھے۔ جب موڈ میں ہوتے یا مجلس ایسی رنگت اختیار کرلیتی تو وہ اپنے اور دیگر علما اور دوستوں کے بے شمار دلچسپ واقعات سناتے۔

کیمیا گری وطب میں دلچسپی

معاشرے میں ہر طرح کے انسان آباد ہیں مگر ان میں سونا تیار کروانے والوں کی اپنی الگ دنیا ہے کیونکہ سونا تیار ہوتے ہوتے ایک آنچ کی کسر ہر بار رہ جاتی ہے۔ استادِ محترم کا بھی ایسے لوگوں سے کافی لگاؤ اور اس میں دلچسپی تھی۔ مگر کس حد تک بقول مولانا احمد شاکر اپنی رقم سے کبھی تجربہ نہیں کیا بلکہ اس فن کے شوقین لوگوں کے ساتھ شامل ہوکر تجربہ کرتے تھے۔ خود اُنہوں نے اپنی جیب سے اس سلسلے میں رقم خرچ نہیں کی تھی البتہ طبی حوالے سے بھی رہنمائی کرتے رہتے تھے۔

تلامذہ

آپ کے زیر سایہ تربیت اور علم حاصل کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جو اس وقت پاکستان بھر کے مختلف اضلاع کے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، مساجد ومدارس اور دیگر ممالک میں قرآن وسنت کی اشاعت وترویج میں مصروف کار ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے اسماے گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

قاری محمد خالد مجاہد آف پتوکی قصور، ڈاکٹر حافظ عبدالکبیر محسن راولپنڈی، حافظ عبدالواحد

www.KitaboSunnat.com

اعوان امریکہ، مولانا محمد اشرف غوری پاک آرمی، مولانا محمد رمضان شاکر شام کوٹ قصور، شیخ الحدیث مولانا زید احمد فاضل مدینہ یونیورسٹی، حافظ حسن محمود کمیر پوری پتوکی قصور، قاری سیف اللہ عابد ڈھولہ خطیب خانیوال، حافظ محمد ادریس ضیاء وہاڑی، ڈاکٹر عبدالغفور راشد لاہور، حافظ محمد اعظم بن رجب گلگت، مفتی مولانا محمد یوسف قصوری کراچی، مولانا سید شفیق الرحمٰن چشتی جھنگ، قاری اظہار احمد جامعہ عزیزیہ ساہیوال، مولانا محمد عباس طور جھوک دادو فیصل آباد، مولانا محمد حامد لکھوی دیپالپور اوکاڑہ، مولانا عبدالودود زاہد خطیب بھوئے آصل قصور، مولانا عبدالمجید صوبہ بدخشاں افغانستان، حافظ سیف اللہ کمیر پوری سرگودھا، قاری عبدالرزاق طاہر الہ آبادی، مولانا قاری عبداللہ طیب وہاڑی اور راقم الحروف حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی ودیگر شامل ہیں۔

حملہ قلب اور بیماری کا شدید حملہ

پہلی بار آپ کو ۱۹۹۲ء میں دل کا دورہ پڑا، تقریباً چھ ماہ صاحبِ فراش رہے۔ اس کے بعد ۱۳؍جون ۱۹۹۹ء کو بیماری کا شدید حملہ ہوا اور دو دن بے ہوش رہے۔ اس کے بعد ان کو علاج معالجہ کے لیے الشفاء ہسپتال اسلام آباد اور سی ایم ایچ راولپنڈی لے جایا گیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دوائیاں کھاتے ہوئے تیرہ سال گزر گئے۔ اُردو محاورہ کے مطابق یہ بڑے دل گردہ کی بات ہے، دل مریض ہو چکا اور گردے متاثر ہوگئے ہیں اور اب مجموعہ امراض بن چکا ہوں۔ مولانا ظفر اللہ لکھوی صاحب ناظم دفتر جامعہ محمدیہ اوکاڑہ نے جنازے کے موقعہ پر بتایا کہ ان کے صاحبزادے حافظ عبدالوحید علاج معالجہ کے سلسلے میں ان دنوں اُنہیں امریکہ اپنے پاس منگوانے کی تیاری میں مصروف تھے۔

آخری ملاقات اور وفات

۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء کو آپ کے صاحبزادے محمد عمران کے دعوتِ ولیمہ کے موقع پر آپ کے ہاں اوکاڑہ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے پاس کچھ لمحات بیٹھنے کا موقعہ ملا تو آپ کے ساتھ بعض اُمور پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔ آپ سے اجازت لے کر واپس کوٹ رادھا کشن آ گیا۔ اس کے بعد آپ نے میرے ساتھ دو بار فون پر گفتگو فرمائی۔ آپ کے بھتیجے قاری عبدالباقی بن مولانا عبدالحکیم پتوکی نے ۷؍دسمبر ۲۰۰۷ء کو صبح دس بجے فون پر اطلاع دی کہ تایا جی شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم آج صبح انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے آخری لمحات اور نمازِ جنازہ

۷/دسمبر کو صبح تہجد کے وقت طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوگئی ۔آپ کو فوری ڈسٹرکٹ ہسپتال اوکاڑہ کی ایمرجنسی میں ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی کے پاس لے جایا گیا۔آپ کے ساتھی محمد عمران اور عبدالحئی عابد نے بتایا کہ راستے میں ہمیں کہہ رہے تھے کہ پڑھو اور خود بھی گھر سے ہسپتال تک زبان سے پڑھتے رہے اور ان کی زبان پر مختلف کلمات کا ورد جاری تھا ۔ڈاکٹر صاحب چیک کررہے تھے۔آپ نے صاحبزادگان سے پانی طلب کیا کچھ پیا اور مسکرائے۔ اس کے بعد دو چار ہچکیاں لیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی نمازِ جنازہ اوکاڑہ کی مرکزی جنازگاہ میں عصر کے بعد ادا کی گئی اور امامت کے فرائض حافظ محمد مسعود عالم بن مولانا محمد یحییٰ شرقپوری نے انجام دیے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُستاذی المکرّم کی دینی، علمی اور تدریسی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور ان کو جنت الفردوس میں مقام دے۔ان کی اولاد اور تلامذہ کو صبر کی توفیق دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

بہت ہوئے دنیا میں شام و سحر پیدا
مگر صدیوں میں ہوتا ہے کوئی دیدہ وَر پیدا

محدث کے سالانہ خریداروں سے گزارش

سال ۲۰۰۷ء/۲۰۰۶ء میں مدتِ خریداری ختم ہونے پر محدث کے خریداروں کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی گئی لیکن بعض خریداران نے ابھی تک تجدید نہیں کروائی ۔ ایسے خریدار جنہوں نے دسمبر ۲۰۰۶ء کے بعد زرِتعاون جمع نہیں کرایا، ان سے گزارش ہے کہ وہ جنوری ۲۰۰۸ء تک زرِسالانہ بھیج کر تجدید کروائیں بصورتِ دیگر اُن کے نام محدث کی ترسیل بند کردی جائے گی ۔مزید برآں جن خریداران کو دسمبر ۲۰۰۷ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کے پوسٹ کارڈ بھیجے گئے ہیں، وہ بھی پہلی فرصت میں ادائیگی فرمادیں۔اگر خدانخواستہ آئندہ محدث کی خریداری جاری نہیں رکھنا چاہتے تو تب بھی بذریعہ خط یا فون فوری مطلع فرمائیں۔ شکریہ!

حالیہ اور سابقہ سالوں کی محدث کی مکمل جلدیں دستیاب ہیں، شائقین فوری رابطہ کریں!